قرآن خوانی کی شرعی حیثیت

ترتیب و تحریر

شیخ الحدیث العلامہ ابومحمد بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ

استاذ التفسیر والحدیث العلامہ ابو محمد بدیع الدین الراشدی حفظہ اللہ تعالیٰ کا

فتویٰ

قرآن خوانی کی شرعی حیثیت

ترتیب و تحریر

بشیر احمد بن خوشی محمد

طالب جامعہ ابی بکر الاسلامیہ۔ کراچی

ناشر

ادارہ صوت الاسلام۔ امانت کالونی۔ رحیم یار خاں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اَمَّا بَعْدُ:

وقت حاضر میں ہمارا معاشرہ جن برائیوں میں ملوث ہے۔ ان میں سب سے بڑی برائی دین سے ناواقفیت ہے اور اسی ناواقفیت کی وجہ سے دین حنیف میں ایسی چیزیں داخل کر لی جاتی ہیں جن کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا۔ ان پر اس طرح عمل کیا جاتا ہے جس طرح فرائض وواجبات پر عمل کرنا چاہیئے اور ایسی نئی ایجاد شدہ چیزوں کو دین کا حصہ تصور کیا جاتا ہے اور جن افعال کے کرنے کا صاف صاف حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔ ان کو نوافل کے درجہ سے بھی کم اہمیت دی جاتی ہے بلکہ عملی زندگی میں تو بیزاری ہی نظر آتی ہے۔ دنیا پرست علماء نے ایسے نئے ایجاد کردہ افعال کو عام لوگوں کے سامنے اس رنگ میں پیش کیے ہیں کہ عامۃ الناس نے تو ان کاموں کو چھوڑ دینا دین سے ہاتھ دھو بیٹھنا سمجھ لیا ہے اور ایسے افعال کی خاطر ہر طرح کی مالی اور جانی قربانی پیش کرنے کو تیار ہیں۔ اور اگر جان بھی جائے تو اسے شہادت سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

اس دور میں قرآن خوانی کے ذریعے مردوں کو ثواب پہنچانے کا رواج عام ہو گیا ہے اور اس کے لیے بڑی بڑی مجلسیں خصوصی اہتمام کے ساتھ

منعقد کی جاتی ہیں۔ ان مجلسوں پر ہزاروں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں
مجلس میں شمولیت کرنے والے عام لوگ اور بالخصوص پیشہ ور حضرات قرآن
پاک پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں۔ یہ رسم اتنی عام ہوتی جارہی ہے
کہ ایک کاروبار کی شکل اختیار کر لی ہے۔ حتیٰ کہ اب "میلاد خواں اور ختم خواں"
کی طرح "قرآن خواں" بھی ہر جگہ بآسانی کرایہ پر مل سکتے ہیں اور دوسرے مزدوروں
کی طرح ان کی اجرت بھی کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ الغرض یہ فعل دین کے
نام پر کاروبار کرنے والے ایک طبقہ کی روزی کا ذریعہ بن گیا ہے۔

ان حالات میں ایسے رسم ورواج اور بدعات کو روکنا آسان کام نہیں۔
اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے آسان بنادے۔

اس رسالے میں مختصر طور پر مروجہ قرآن خوانی سے متعلق کتاب اللہ
اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ اگر
آپ بے جا تعصب سے بالاتر ہوکر سنجیدگی سے اس کا مطالعہ فرمائیں گے
تو انشاء اللہ تعالیٰ حق و ضلالت کا فرق واضح نظر آجائے گا۔

قرآن خوانی کی شرعی حیثیت کے بارے میں یہ مختصر رسالہ آپ کی خدمت
میں پیش ہے جس کو حضرت العلام فضیلۃ الاستاد السید ابو محمد بدیع الدین الراشدی
المکی تقبل اللہ حسناتہ، نے ۱۹۶۷ء میں تحریر فرمایا تھا۔ لیکن چند وجوہات کی
بنا پر چھپ کر عام لوگوں کے سامنے نہ آسکا۔ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کے
استاذ الشیخ شبیر احمد نورانی نے حضرت العلام سے کسی علمی مضمون کی درخواست
کی۔ تاکہ وہ چھاپا جاسکے۔ تو العلامہ ابو محمد الراشدی حفظہ اللہ نے علمی مضامین
سے مالامال ایک بڑی کاپی عنایت فرمائی۔ جس میں سے استاد محترم نے اس
مضمون کا انتخاب کیا۔ "قرآن خوانی کے ذریعے میت کو ایصال ثواب":

اور اب یہ مضمون کتابی شکل میں آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔
زیر نظر مضمون کی تسوید و ترتیب کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشی۔
البتہ عربی عبارتوں کا ترجمہ، ترتیب و تہذیب فضیلۃ الاستاد شبیر احمد نورانی کی مدد سے کیا گیا۔ جبکہ اکثر حواشی حضرت العلام کے مضمون کو ترتیب دینے سے ہی تیار ہو گئے۔

آخر میں قارئین کرام سے التماس ہے کہ حضرت العلام ابو محمد الراشدی اور محترم استاد شبیر احمد نورانی کی صحت و عافیت کی دعا کریں اور بندہ خاکسار اور میرے والدین کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں اور تمام مسلمانوں کے حق میں ہدایت و مغفرت کی دعا کریں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

دعاگو اور محتاج دعا:

بشیر احمد بن خوشی محمد

متعلم جامعہ ابی بکر الاسلامیہ
گلشن اقبال نمبر ۵ کراچی

حرر فی ۳۰ رجمادالثانی ۱۴۰۶ھ
الموافق ۱۲ مارچ ۱۹۸۶ء بروز بدھ

ادارہ صوت الاسلام رحیم یار خان کی منشورات کے لیے رابطہ فرمائیں:
بشیر احمد و محمد یوسف ضیاء جامعہ ابی بکر الاسلامیہ گلشن اقبال نمبر ۵
پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۰۶ کراچی نمبر ۴۷: فون نمبر ۴۶۱۹۴۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ. اَمَّا بَعْدُ:

انسان کی اس دنیا میں آمد ورفت ایک فطری نظام ہے جس کے تحت جو بھی اس دنیا میں آگیا ہے اس کو ضرور یہاں سے جانا ہے۔ لہٰذا جس طرح یہاں آنے والے (نومولود) سے متعلق شریعت اسلامیہ نے چند احکام وآداب دیئے ہیں اسی طرح دنیا سے کوچ کرنے والے کے بارے میں بھی شریعت اسلامیہ نے چند احکام وآداب عطا کیے ہیں۔ تاکہ مومن ومسلم کا ہر لحظہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا واطاعت میں گزرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چوں وچرا اطاعت ہی دنیا میں حقیقی سکون اور آخرت میں نجات کی ضامن ہے لیکن بعض لوگ نادانی یا جوش جذبات میں ایسے کام شروع کردیتے ہیں جو درحقیقت مطلوب ومحمود نہیں

ہوتے۔ ایسے کاموں میں سے ایک کام "مروجہ قرآن خوانی" ہے۔ یوں تو اس موضوع کے متعدد پہلو تحقیق طلب ہیں لیکن زیر نظر مضمون میں صرف ایک پہلو پر بحث کی گئی ہے اور وہ ہے آیا " ایصال ثواب کی خاطر قرآن خوانی " قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا کہ نہیں ؟ بس اسی موضوع کو ہم نے قرآن وحدیث سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور حسب ضرورت مفسرین و محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی علمی اور مایہ ناز وضاحتیں بھی بطور شہادت پیش کی ہیں کیونکہ ہر فن کی صحیح تعبیر و تفسیر کرنے کا حق صرف اصحاب فن کو ہوتا ہے۔ ناتجربہ کار اور نادان لوگوں کی باتیں کسی معقول دنیا میں حجت و سند نہیں مانی جاتیں۔ چنانچہ ہماری تحقیق و مطالعہ کے لحاظ سے میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کرنا نہ قرآن مجید سے ثابت ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ ہی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں پائی گئی ہے اور نہ ہی کسی صحابی رسول رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ ذیل آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: [۱]

"وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" [۲]

"اور انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔"

وَمِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ الْكَرِيْمَةِ اِسْتَنْبَطَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَمَنْ

---

[۱] تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص۲۵۸

[۲] سورت النجم آیت ۳۹

تبعه أن القراءة لا يصل إهداء ثوابها إلى الموتى لأنه ليس من عملهم ولا كسبهم، ولهذا لم يندب إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم أمته ولا حثهم عليه ولا أرشدهم إليه بنص ولا إيماء. ولم ينقل ذلك عن أحد من الصحابة رضي الله عنهم ولو كان خيرا لسبقونا إليه وباب القربات يقتصر فيه على النصوص ولا يتصرف فيه بأنواع الأقيسة والآراء. فأما الدعاء والصدقة فذاك مجمع على وصولهما ومنصوص من الشارع عليهما وأما الحديث الذي رواه مسلم في صحيحه۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاث من ولد صالح يدعو له. أو صدقة جارية من بعده أو علم ينتفع به.[1]

فهذه الثلاثة في الحقيقة من سعيه وكده وعمله، كما جاء في الحديث "إن أطيب ما أكل الرجل من كسبه، وإن ولده من كسبه" والصدقة الجارية كالوقف ونحوه هي من آثار عمله ووقفه. وقد قال الله تعالى:

"إنا نحن نحي الموتى ونكتب ما قدموا وآثارهم"[2]

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب ابدار الثواب الی الموتیٰ، [2] سورت یٰسین آیت ۱۲

وَالْعِلْمُ الَّذِیْ نَشَرَہٗ فِی النَّاسِ فَاقْتَدٰی بِہِ النَّاسُ بَعْدَہٗ هُوَ اَیْضًا مِنْ سَعْیِہٖ وَعَمَلِہٖ وَثَبَتَ فِی الصَّحِیْحِ: مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یُنْقِصُ ذٰالِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا۔ ؎

"امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اتباع کرنے والوں نے اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ استنباط فرمایا ہے کہ قرأتِ قرآن کا ثواب فوت شدگان کو ہدیہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ وہ ان کی محنت و کوشش کا نتیجہ نہیں ہے اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مستحب قرار نہیں دیا اور نہ صحابہ کو کسی ظاہری حکم یا اشارے سے اس کی طرف رہنمائی کی ہے اور یہ طریقہ کسی صحابی سے بھی منقول نہیں۔ اگر اس میں کوئی نیکی ہوتی تو وہ ضرور ہم سے پیش قدمی کرتے اور نیک کاموں سے متعلق صرف شرعی احکام (کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم) پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کسی کے ذاتی فتوے اور قیاس یا رائے سے اس میں حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

البتہ دعا و صدقہ کا ثواب پہنچنے پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے واضح ارشاد موجود ہے:

"حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب انسان اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ اس کا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے:

؎ صحیح مسلم کتب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ أو سیئۃ۔ ومن دعا الی ہدی او ضلالۃ

(۱) نیک اولاد جو میت کے لیے دعا کرے۔

(۲) اس کے بعد جاری رہنے والا صدقہ۔

(۳) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کریں۔

یہ تینوں چیزیں درحقیقت اس کی اپنی محنت وکوشش کا نتیجہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ انسان کے لیے سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اس نے اپنی محنت سے کمایا ہو اور اس کا بیٹا بھی اس کی کمائی کا حصہ ہے اور صدقہ جاریہ بھی وقف کی طرح ہے اور وقف اس کے کام اور محنت کے باقی ماندہ نشانیاں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"ہم یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں۔ جو کچھ افعال انہوں نے کیے ہیں۔ اور جو آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں وہ سب لکھتے جا رہے ہیں۔"

اور وہ علم جو اس نے لوگوں میں پھیلایا پھر لوگوں نے اس کے بعد بھی اس کی پیروی کی۔ یہ عمل بھی اس کی اپنی محنت وکوشش کا نتیجہ ہے اور یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے:

"جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی اس کے لیے بھی اتنا ہی اجر ہے جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا اور ان کے اپنے عمل میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔"

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔

قرآن خوانی کا ثبوت نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً ملتا ہے اور نہ اشارۃً، نہ آپ نے خود ایسا عمل کیا اور نہ امت کو ایسا کرنے کی تعلیم دی اور نہ اشارہ فرمایا۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بات بیان فرمائی ہے۔[۱]
حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کئی انبیاء علیہم السلام واہل اللہ فوت ہو چکے تھے۔ آپ کی زندگی میں کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فوت ہوئے۔ حتیٰ کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِھْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ[۲]

"حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش بھی خوش ہوا"[۳]
اور آپؐ کے کئی قریبی رشتہ دار اور پیارے دوست آپ کی موجودگی میں فوت ہوئے اور بعض شہید بھی ہوئے۔ مثلاً آپ کے محترم چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب، رضاعی بھائی (دودھ شریک بھائی) عثمان بن مظعون وایمن وابو سلمہ ازواج مطہرات میں سے حضرت خدیجہ، زینب بنت خزیمہ، آپ کی ساس ام رومان زوجہ ابی بکر الصدیق رضی اللہ

---

[۱] کتاب الروح ص۵۱ [۲] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار۔
باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

[۳] اھتزّ کے معنی خوش ہونے کے ہیں۔ کیونکہ صالح روح سے عرش کو خوشی ہونی چاہیئے نہ کہ غمی۔ اس لیے اہتز کا معنی کانپنا کرنا مناسب نہیں۔ مزید وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل حوالوں کو دیکھ لیجئے۔

قال النضر بن شمیل وھو امام اہل اللغۃ اھتزّ فرح ذکرہ الذہبی فی سیر الاعلام النبلاء جلد ۱ ص۲۹۲، لسان العرب جلد ۵ ص۴۲۳، والنہایۃ فی غریب الحدیث لابن الامیر جلد ۵ ص۲۶۲، مجمع بحار الانوار جلد ۳ ص۴۸۳ وغیرہ

عنہ دوسری ساس زینب بنت مظعون والدہ حضرت حفصہ بنت عمرؓ آپ کے فرزندان قاسم، طیب، ابراہیم، بیٹیاں رقیہ، ام کلثوم، زینب، آپ کے نواسے علی بن زینب عبداللہ بن رقیہ اور آپ کا منہ بولا بیٹا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سب آپ کی زندگی میں رحلت فرما گئے۔ لیکن کسی ایک کے لیے بھی آپ نے قرآن خوانی نہیں کی۔ اور نہ دوسروں کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح غزوات میں کئی صحابہ شہید ہوئے۔ جن میں علماء فقہاء زہّاد وعبّاد سب تھے۔ مگر کسی کے لیے بھی قرآن خوانی نہیں کی۔ اور نہ کرنے کی توجہ دلائی۔

پس جو عمل آپ کے زمانے میں نہ تھا۔ وہ آج شریعت میں کیسے داخل ہو سکتا ہے، حالانکہ شریعت آپؐ پر مکمل ہو چکی ہے۔ قرآن حکیم میں یہ حقیقت واضح طور پر موجود ہے کہ:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [1]

"آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا احسان تمام کر دیا۔ اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"هٰذِهٖ اَكْبَرُ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ حَيْثُ اَكْمَلَ تَعَالٰى لَهُمْ دِيْنَهُمْ فَلَا يَحْتَاجُوْنَ اِلٰى دِيْنٍ غَيْرِهٖ وَلَا اِلٰى نَبِيٍّ غَيْرَ نَبِيِّهٖ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَلِهٰذَا جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ وَبَعَثَهٗ اِلَى الْاِنْسِ وَالْجِنِّ فَلَا حَلَالَ اِلَّا

---

[1] سورۃ المائدۃ آیت ۳

مَا اَحَلَّهُ وَلَا حَرَامَ اِلَّا مَا حَرَّمَهُ وَلَا دِيْنَ اِلَّا مَا شَرَعَهُ۔"
وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ طَلْحَةَ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ۔ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" هُوَ الْاِسْلَامُ اَخْبَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهُ قَدْ اَكْمَلَ لَهُمُ الْاِيْمَانَ فَلَا يَحْتَاجُوْنَ اِلٰى زِيَادَةٍ اَبَدًا وَقَدْ اَتَمَّهُ اللّٰهُ فَلَا يَنْقُصُهُ اَبَدًا وَقَدْ رَضِيَهُ فَلَا يَسْخَطُهُ اَبَدًا۔"

"اللہ تعالیٰ کی اس امت پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کے لیے ان کا دین مکمل کر دیا ہے۔ اب وہ کسی دوسرے دین کے محتاج نہیں ہیں اور نہ کسی دوسرے نبی کے صلوات اللہ علیہم اجمعین اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا اور جن وانس کی طرف مبعوث فرمایا اب جس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال فرما دیا وہی حلال ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز حلال نہیں اور جس چیز کو آپ نے حرام قرار دیا وہی حرام ہے اور جس کو آپ نے دین مقرر فرمایا وہی دین ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز دین نہیں۔

اور علی بن طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ:
(اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ) سے مراد اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا دین مکمل کر دیا ہے۔ چنانچہ انہیں اس میں کبھی اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اللہ عزوجل نے اسے پورا بھی کر دیا ہے۔ اب وہ اسے کبھی کم نہیں کریں گے۔ اللہ نے اسے پسند بھی فرما لیا ہے۔ اب وہ کبھی ناپسند نہیں فرمائیں گے۔"

امام مالک رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ:

قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَمَّ ھٰذَا الْاَمْرُ وَاسْتَکْمَلَ فَاِنَّمَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّتَّبَعَ اٰثَارُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا یُتَّبَعُ الرَّأْیُ فَاِنَّہٗ مَتٰی اُتُّبِعَ الرَّأْیُ جَاءَ اٰخَرُ اَقْوٰی فِی الرَّأْیِ مِنْکَ فَاتَّبَعْتَہٗ فَاَنْتَ کُلَّمَا جَاءَ رَجُلٌ غَلَبَکَ اتَّبَعْتَہٗ اَرٰی ھٰذَا لَا یَتِمُّ[۱]۔

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت یہ دین ہر طرح سے مکمل ہو چکا تھا۔ بہتر صورت اب یہ ہے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی پیروی کی جائے اور رائے کی پیروی نہ کی جائے۔ کیونکہ جب رائے کی پیروی شروع ہو جائے تو صورتحال یہ پیدا ہو جائے گی کہ جب تمہاری رائے کے مقابلہ میں کسی اور کی طاقتور رائے آجائے گی تو پھر تم اس کی پیروی کرو گے۔ چنانچہ جب بھی تجھ سے زیادہ مضبوط آدمی آئے گا تو تم اس کی پیروی کرو گے۔ میرے خیال میں یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔"

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلائی کی سب باتیں بتا دیں۔ تو اگر یہ کام مامور من اللہ ہوتا یا اس میں ہمارے لیے کوئی بھلائی ہوتی تو آپ ضرور بتا دیتے بلکہ اس کام کو جائز یا کار ثواب سمجھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خیانت کا الزام لگانا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مکمل شریعت نہیں بتائی چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ شَیْئًا لَمْ یَکُنْ عَلَیْہِ سَلَفُھَا

---

[۱] ایقاظ ہمم اولی الابصار للفلانی ص۱۰۰ نقلاً عن تہذیب الآثار للطبری۔

فَقَدْ زَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَانَ الرِّسَالَۃَ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ:

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" فَمَا لَمْ یَکُنْ یَوْمَئِذٍ دِیْنًا فَلَا یَکُوْنُ الْیَوْمَ دِیْنًا[1]

"جس نے اس امت میں نئی چیز ایجاد کی۔ جس کو سلف صالحین نے نہیں کیا تو گویا کہ اس کا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) ادائیگی رسالت میں خیانت کی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"میں نے آج کے دن تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند فرمالیا" پس جو چیز اس دن دین کا حصہ نہیں تھی وہ آج دین کیسے بن گئی ہے"

امام ابن حزم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"وَاتَّفَقُوْا اَنَّہٗ مُذْ مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَدِ انْقَطَعَ الْوَحْیُ وَکَمُلَ الدِّیْنُ وَاسْتَقَرَّ وَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَّزِیْدَ شَیْئًا مِنْ رَأْیِہٖ بِغَیْرِ اِسْتِدْلَالٍ مِنْہُ وَلَا اَنْ یَّنْقُصَ مِنْہُ شَیْئًا وَلَا اَنْ یُّبَدِّلَ شَیْئًا مَکَانَ شَیْئٍ وَلَا اَنْ یُّحْدِثَ شَرِیْعَۃً وَاَنَّ مَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ صَارَ کَافِرًا"[2]

"اہل علم کا اتفاق ہے کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ہے تو وحی بھی بند ہو گئی ہے، دین بھی مکمل ہو گیا ہے اور اس بات

---

[1] الاعتصام للشاطبی جلد ۱ صہ ۱۵

[2] مراتب الاجماع صہ ۱۵۳

پر بھی اتفاق ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اپنی رائے سے کچھ زیادہ کرے۔ بغیر کسی شرعی استدلال کے۔ اور نہ ہی اس سے کچھ کم کر سکتا ہے اور نہ ہی ایک چیز کو دوسری چیز سے بدل سکتا ہے اور نہ ہی شریعت میں کوئی نئی چیز ایجاد کر سکتا ہے اور جو شخص یہ کام کرتا ہے وہ کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔"

اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ تلاوت اس لیے کی جاتی ہے کہ میت کو ثواب پہنچے۔ ثواب پہنچانا دین کا مسئلہ ہے اور جب یہ کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دین نہ تھا۔ تو اب یہ دین کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسی چیزوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردود فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ"۔ [1]

"جس نے ہمارے دینی معاملے میں نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے (ناقابل قبول ہے)"

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ"۔ [2]

وَفِیْ لَفْظِ اَبِیْ دَاؤُدَ "مَنْ صَنَعَ اَمْرًا عَلٰی غَیْرِ اَمْرِنَا فَهُوَ رَدٌّ"۔ [3]

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے۔" جس نے ایسا کام کیا جس کے متعلق

---

[1] صحیح بخاری کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود۔ صحیح مسلم کتاب الاقضیة باب نقض الاحکام الباطلة

[2] صحیح مسلم حوالہ سابقہ۔ [3] سنن ابو داؤد کتاب السنة باب لزوم السنة

ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔"

اور ابوداؤد میں ہے کہ "جس نے ہمارے حکم کے علاوہ کوئی اور کام کیا تو وہ مردود ہے۔"

اور جب یہ عمل آپ کے عہد مبارک میں نہ تھا نہ حضور نے اس کا حکم فرمایا نہ اس کی ترغیب دلائی۔ پھر اس کے مردود ہونے میں کیا شک ہے نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ ذیل خطبہ موجود ہے:

"اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھُدٰی ھُدٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔" ؎

وَفِیْ رِوَایَۃٍ:

"وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔"

"فرمایا! امابعد: بلاشبہ سب سے بہتر بات اللہ کا کلام ہے اور بہترین ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی ہے اور بدترین کام بدعت (دین میں نئی بات ایجاد کرنا) ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

اور دوسری روایت میں اس طرح فرمایا:

(دین میں) نئی باتوں سے بچتے رہیں۔ کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور

؎ صحیح مسلم کتاب الجمعہ باب تخفیف الصلوۃ والخطبہ۔

؎ سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ

ہر بدعت گمراہی ہے۔

پس دین میں ہر نیا نکالا ہوا کام بدعت و ضلالت ہے۔

بدعت کی تعریف اہل اصطلاح کے نزدیک یہ ہے قَالَ الشَّاطِبِیُّ :

"طَرِیْقَةٌ فِی الدِّیْنِ مُخْتَرَعَةٌ تُضَاهِی الشَّرْعِیَّةَ یُقْصَدُ بِالسُّلُوْكِ عَلَیْهَا الْمُبَالَغَةُ فِی التَّعَبُّدِ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ۔"

وَهٰذَا عَلٰی رَأْیِ مَنْ لَا یُدْخِلُ الْعَادَاتِ فِیْ مَعْنَی الْبِدْعَةِ وَاِنَّمَا یَخُصُّهَا بِالْعِبَادَاتِ وَاَمَّا عَلٰی رَأْیِ مَنْ اَدْخَلَ الْاَعْمَالَ الْعَادِیَّةَ فِیْ مَعْنَی الْبِدْعَةِ فَیَقُوْلُ :

"اَلْبِدْعَةُ طَرِیْقَةٌ فِی الدِّیْنِ مُخْتَرَعَةٌ تُضَاهِی الشَّرْعِیَّةَ یُقْصَدُ بِالسُّلُوْكِ عَلَیْهَا مَا یُقْصَدُ بِالطَّرِیْقَةِ الشَّرْعِیَّةِ۔"[1]

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ:

"دین میں ایسا نیا طریقہ ایجاد کرنا جو شرعی کاموں کے برابر ہو، اس پر عمل کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ کرنا ہو۔"

یہ تعریف ان لوگوں کے نزدیک ہے جو عام کاموں کو بدعت میں شامل نہیں کرتے اور اسے صرف عبادت تک محدود رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ عام کاموں کو بھی بدعت میں شمار کرتے ہیں۔ وہ تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ:

"بدعت دین میں ایسا طریقہ ہے جو شریعت میں ایجاد کیا گیا ہو۔ جو شرعی کاموں کے مانند ہو۔ اس پر عمل کرنے کا بھی وہی مقصد ہو جو شرعی احکام پر عمل کرنے کا مقصد ہوتا ہے۔"

---

[1] الاعتصام۔ جلد ۱۔ ص ۱۹

اسی بنا پر حافظ ابن حجر بھی اس عمل کو مخترع بناتے ہیں۔

"هٰذَا مُخْتَرَعٌ مِنْ مُتَأَخِّرِي الْقُرَّاءِ لَا أَعْرِفُ لَهُمْ سَلَفًا"[۱]

"یہ بعد کے قراء کی ایجاد ہے۔ اس سے پہلے کسی کے بارے میں مجھے علم نہیں (اس کام کے بارے میں)"

یہ فعل صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ میں قطعاً موجود نہ تھا۔ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا سابقہ قول بھی اس پر دلیل ہے۔

نیز ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس انداز کی وضاحت فرمائی ہے[۲]

السید الجرجانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"اَلْبِدْعَةُ هِيَ الْأَمْرُ الْمُحْدَثُ الَّذِي لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَلَمْ يَكُنْ مِمَّا اقْتَضَاهُ الدَّلِيلُ الشَّرْعِيُّ"[۳]

"بدعت وہ نیا کام ہے جس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اور تابعین رحمہم اللہ نے عمل نہ کیا ہو اور نہ ہی وہ کسی شرعی دلیل کے تقاضے کے مطابق ہو"

اور علامہ الرشید الرضا رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ[۴]

"فَعُلِمَ مِمَّا شَرَحْنَاهُ أَنَّ كُلَّ مَا جَرَتْ بِهِ الْعَادَةُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْأَذْكَارِ وَإِهْدَاءِ ثَوَابِهَا إِلَى الْأَمْوَاتِ وَاسْتِئْجَارِ الْقُرَّاءِ وَحَبْسِ الْأَوْقَافِ عَلَى ذٰلِكَ بِدَعٌ غَيْرُ مَشْرُوعَةٍ وَ مِثْلُهَا مَا يُسَمُّونَهُ إِسْقَاطُ الصَّلٰوةِ وَلَوْ كَانَ لَهَا أَصْلٌ فِي الدِّيْنِ لَمَا جَهِلَهَا السَّلَفُ وَلَوْ عَلِمُوهَا لَمَا أَهْمَلُوا الْعَمَلَ بِهَا وَلَيْسَ

---

[۳] کتاب التعریفات ص ۲۵

[۱] تفسیر المنار جلد ۸۔ ص ۲۶۳

[۲] کتاب الروح ص ۱۵۰-۱۵۱ ۔ [۴] تفسیر المنار جلد ۸ ص ۲۴۹

هٰذَا مِنْ قَبِيْلِ مَا لَا شَكَّ فِيْ جَوَازِهٖ وَ وُقُوْعِهٖ فِيْ كُلِّ زَمَنٍ مَنْ ذَرَعَ اللّٰهُ عَلٰى بَعْضِ النَّاسِ بِمَا لَمْ يُؤْثَرْ عَمَّنْ قَبْلَهُمْ مِنْ حِكَمِ الدِّيْنِ وَ اَسْرَارِهٖ وَ الْفَهْمِ فِيْ كِتَابِهٖ. كَمَا قَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيُّ الْمُرْتَضٰى كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اِلَّا اَنْ يُؤْتِيَ اللّٰهُ عَبْدًا فَهْمًا فِي الْقُرْاٰنِ بَلْ هُوَ مِنَ الْعِبَادَاتِ الْعَمَلِيَّةِ الَّتِيْ يَهْتَمُّ النَّاسُ بِاَمْرِهَا فِيْ كُلِّ زَمَانٍ وَلَوْ فَعَلَهَا الصَّحَابَةُ لَتَوَفَّرَتِ الدَّوَاعِيْ عَلٰى نَقْلِهَا بِالتَّوَاتُرِ الْاِسْتِفَاضَةِ

... جو ہم نے وضاحت کی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ جو بھی قرآن پڑھ کر اور ذکر اذکار کر کے اس کا ثواب مُردوں کی طرف بھیجنے کی عادت بن گئی ہے اور اسی طرح پڑھنے والوں کو اجرت پر لانا اور اس مقصد کیلئے جائداد وقف کرنا بدعت ہے جس کی شریعت میں گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح نمازیں معاف کر دینے والا حکم ہے۔ اگر اس کام کی دین میں کوئی حقیقت ہوتی تو سلف صالحین (صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم) اس سے نا واقف نہ رہتے۔ اور جب اس کو جان لیتے تو عمل کے معاملہ میں کوتاہی نہ کرتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر زمانے میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ بعض حضرات کو اللہ تعالیٰ نے دین کی کچھ حکمتوں اور اسرار کی سمجھ عطا فرمائی ہے۔ اور انہیں قرآن مجید میں ایسے نکات سمجھ آئے جو گذشتہ علماء سے منقول نہ تھے۔ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو قرآن کی سمجھ عطا فرمائے) بدعت اس میں شامل نہیں ہے بلکہ وہ تو ان عملی عبادات سے تعلق رکھتی ہے جن کا لوگ ہر زمانے میں اہتمام کرتے ہیں۔ اگر صحابہ کرام نے یہ کام (قرآن خوانی) کیا ہوتا تو اس کے ہم تک تواتر سے پہنچنے کے اسباب بھی

پلٹے جاتے۔"

اس عمل کے باطل و مردود ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ یہ عہد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نہ تھا۔ تاہم سب صحابہ کرام کا اس سے بے خبر ہونا صاف بتاتا ہے۔ کہ یہ "مخترع و محدث فی الدین" ہے۔ اگر شریعت کے اندر اس کے متعلق ذرا سا بھی اشارہ ہوتا تو کسی نہ کسی صحابی سے قولاً یا عملاً اس کی بابت منقول ہوتا۔ حالانکہ نہ کسی صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن خوانی کی۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے کسی نے کی۔ چنانچہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ تو یہ فعل نہ خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا اور نہ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اگر شرعی کام ہوتا یا اس سے ثواب پہنچنے کی امید ہوتی تو وہ اس کے سب سے زیادہ حقدار تھے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے شوہر تھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی بھی تھے۔ اس طرح ان کے زمانہ میں کئی نیک لوگوں کی وفات ہوئی۔ مگر کسی کے لیے اس طرح ایصال ثواب نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ عمل نہ تابعین میں مروج نہ اتباع تابعین میں حتیٰ کہ "القرون المشہود لہا بالخیر" میں سے کسی سے منقول نہیں ہے۔ بلکہ سلف تو یہاں تک محتاط تھے، کہ الحافظ ابن وضاح الاندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ حَدَّثَنَا اَسَدُ عَنِ الرَّبِیْعِ بْنِ صَبِیْحٍ عَنْ یُوْنُسَ بْنِ عُبَیْدٍ قَالَ کَانُوْا یَجْتَمِعُوْنَ فَاَتَاهُمُ الْحَسَنُ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ یَا اَبَا سَعِیْدٍ مَا تَرٰی فِیْ مَجْلِسِنَا هٰذَا قَوْمٌ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ لَا یَطْعَنُوْنَ عَلٰی اَحَدٍ نَجْتَمِعُ فِیْ بَیْتِ هٰذَا یَوْمًا وَفِیْ بَیْتِ هٰذَا یَوْمًا فَنَقْرَاُ کِتَابَ اللّٰهِ وَنَدْعُوْا رَبَّنَا وَنُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَدْعُوْ لِاَنْفُسِنَا وَلِعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ فَنَهٰى الْحَسَنُ عَنْ ذٰلِكَ اَشَدَّ النَّهْيِ۔" [۱]

حافظ ابن وضاح اندلسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت اسد نے حدیث سنائی انہوں نے ربیع بن صبیح سے روایت کی۔ انہوں نے یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ سے سنی " انہوں نے فرمایا: کچھ لوگ جمع تھے۔ ان کے پاس حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ ایک آدمی نے ان سے عرض کی کہ " جناب ابو سعید صاحب! ہماری اس مجلس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ (ہم) اہلسنت والجماعت میں سے کچھ افراد ہیں جو کسی پر تنقید نہیں کرتے، ایک دن اِس شخص کے پاس جمع ہوجاتے ہیں اور ایک دن اُس شخص کے ہاں جمع ہوتے ہیں۔ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اپنے رب سے دعا کرتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود پڑھتے ہیں۔ اپنے لیے بھی دعا کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کے لیے بھی " (اس پر) حضرت حسنؒ نے انہیں اس کام سے سختی سے منع فرمایا۔

ایسے کام کو کارِ خیر کہنا یا اچھا کام سمجھنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ اگر کارِ خیر ہوتا تو ضرور رسول اللہ علیہ وسلّم ہم کو بتاتے کیونکہ آپ ہی قرآن کریم کے مفسر اور بیان کرنے والے اور اس پر عمل کرنے اور کرانے والے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

"وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ" [۲]

---

[۱] کتاب البدع والنہی عنہا صفحہ باب مایکون بدعۃ (قلمی نسخہ)۔

[۲] سورت النحل۔ آیت ۴۴۔

"اور یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے۔ تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے"۔

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ ؎۱

"اور ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی ہے کہ تم ان اختلافات کی حقیقت ان پر کھول دو۔ جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں"۔

پس جو بھی قرآن کریم میں حکم آیا ہے۔ اس کا طریقہ آپ نے اچھی طرح بتا دیا۔ چنانچہ،

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (تم پر روزے فرض کر دیئے گئے) لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ (لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ بیت اللہ کا حج کریں) اور ایسی دیگر آیات کا عملی طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے واضح بیان کر دیا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَافْعَلُوا الْخَيْرَ (اور نیکی کے کام کیا کریں) تو جو بھی خیر و بھلائی کا کام تھا وہ آپ نے کر کے بتا دیا۔ یا اس کی طرف اشارہ کر کے بتا دیا اور توجہ دلا دی۔ اگر مروجہ قرآن خوانی بھی خیر کا کام ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلّم ہرگز بخل نہ فرماتے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن مجید نے شہادت دی ہے۔ "وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ" ؎۲ (اور وہ غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ہے۔)

؎۱ النحل آیت ۶۴۔

؎۲ التکویر آیت ۲۴۔

اور خاص طور پر فرمایا۔

"وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ" [۱]

"اور ان کے حق میں دعائے رحمت فرمائیں کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہوگی۔"

اور میت کے لیے دعا کے جو بھی طریقے تھے وہ سب آپ نے بتلا دیئے۔ اگر یہ طریقہ بھی اللہ کے نزدیک مقبول ہوتا اور اس میں بھی میت کے لیے نفع ہوتا تو آپ ضرور بیان فرما دیتے۔ اور اس کو ہرگز نہ چھپاتے کیونکہ اس بارے میں قرآنی وعید آپ کے پاس آچکی تھی کہ۔

"يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ" [۲]

"اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے۔ وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق آپ نے ادا نہیں کیا۔"

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

"وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ وَاللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ" [۳]

---

[۱] التوبہ آیت ۱۰۳، [۲] المائدۃ آیت ۶۷

[۳] صحیح مسلم کتاب الایمان باب معنی قول اللہ تعالیٰ ولقد رآہ نزلۃ اُخریٰ وھل رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ لیلۃ الاسراء۔

" جو آدمی یہ خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ میں سے کچھ حصہ چھپا لیا ہے تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا الزام لگایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے۔ وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا۔"

نیز اگر یہ نیکی کا کام ہوتا تو صحابہ کرام جو ہر نیکی میں سبقت لے جانے والے تھے۔ وہ ہرگز اس سے محروم نہ رہتے اور یہ بھی محال ہے کہ خیر و بھلائی کا کام ہم تو کرلیں۔ اور جو ابتدائی مسلمان تھے وہ اس سے محروم رہیں۔ "حاشا و کلا"

حالانکہ وہ قرآن کریم سنتے اور پڑھتے رہتے تھے جس میں یہ ہے کہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (نیکی کے معاملہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو) وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ (اور اپنے رب کی طرف سے بخشش کی طرف لپکو) سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ (دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی بخشش کی خاطر)

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ[1]

" اور ہم جانتے ہیں۔ جو تم میں سے پہلے گزرے۔ اور ہم جانتے ہیں پیچھے رہنے والوں کو۔"

امام شافعی نے اس کام کو غیر شرعی طریقہ قرار دیا ہے۔ یہی رائے ہے امام ابن القیم[2]، امام موفق الدین ابن قدامہ[3]، امام شمس الدین

---

[1] الحجر آیت ۲۴، [2] کتاب الروح ص۱۴۵، [3] المغنی جلد ۲ ص۴۲۵

بن قدامہ[۵]، امام شوکانی[۶]، امام خازن[۷]، امام سیوطی[۸] رحمہم اللہ کی۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"امام شافعی اور امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے کہ اس طریقے سے (قران خوانی) میت کو ثواب نہیں پہنچتا۔"[۹]

اسی طرح امام ابن الہمام[۱۰] حنفی اور ملا علی القاری[۱۱] اور شارح العقیدۃ الطحاویہ[۱۲] نے بھی نقل کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک میں جائز کہا ہے اور دوسری میں بدعت شمار کیا ہے۔ کتاب الفروع میں امام ابن مفلح امام احمد کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

"بِدْعَةٌ لِاَنَّهُ لَيْسَ مِنْ فِعْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِعْلِ اَصْحَابِهِ نَعْلَمُ اَنَّهُ مُحْدَثٌ وَسَأَلَهُ عَبْدُ اللّٰهِ (اَیْ اِبْنُهُ) يَحْمِلُ مُصْحَفًا اِلَى الْمَقْبُرَةِ فَيَقْرَءُ عَلَيْهِ؟ قَالَ بِدْعَةٌ."[۱۳]

"یہ کام بدعت ہے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ بعد کی ایجاد ہے۔ عبداللہ نے اپنے والد (امام احمد بن حنبل) سے دریافت کیا کہ کیا قرآن مجید کو قبرستان میں لے جا کر اسے آپ پر پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا: یہ تو بدعت ہے۔"

مختصر یہ کہ شیخ الاسلام بھی اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کا

---

[۵] الشرح الکبیر جلد ۲ ص ۴۲۵، [۶] نیل الاوطار جلد ۴ ص ۹۹، [۷] لباب التاویل جلد ۲ ص ۲۲۳، [۸] الاکلیل ص ۲۰۲، [۹] کتاب الروح ص ۱۴۵، [۱۰] فتح القدیر جلد ۲ ص ۳۰۸، [۱۱] شرح الفقہ الاکبر ص ۱۳۱، [۱۲] شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۴۲۹، [۱۳] تفسیر المنار جلد ۸ ص ۲۶۸

"لاینبغی" (مناسب نہیں) کہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ نہ کرنا ہی افضل ہے اور ہمارے لیے اتنی اس کی شہادت کافی ہے کہ یہ عمل سلف میں نہیں تھا۔ اور امام ترمذی اہل العلم کا مسلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"يَقُوْلُوْنَ لَيْسَ شَيْئٌ يَصِلُ إِلَى الْمَيِّتِ إِلَّا الصَّدَقَةُ وَالدُّعَاءُ"[1]

"اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ "صدقہ اور دعا کے علاوہ میت کو کسی چیز کا ثواب نہیں پہنچتا۔"

پس یہ بات واضح ہوگئی کہ محدثین اور ائمہ دین کا یہی مسلک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اختلاف کی صورت میں یہی حکم دیا ہے کہ:

"وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْئٍ فَحُكْمُهٗ إِلَى اللّٰهِ"[2]

"اور جس کسی بات میں بھی تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے۔"

قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى "اَيْ مِنْ اَمْرِ الدِّيْنِ"[3]

"یعنی دینی معاملے میں۔"

وَقَالَ الْقُرْطُبِيُّ فِيْ تَفْسِيْرِهٖ "وَ اُمُوْرُ التَّشْرِيْعِ اِنَّمَا تُتَلَقّٰى مِنْ بَيَانِ اللّٰهِ"[4]

"شرعی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی وضاحت قبول کی جائے گی۔"

وَقَالَ النَّسَفِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى:

---

[1] سنن الترمذی کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ عن المیت، [2] الشوریٰ آیت ۱۰

[3] زاد المسیر جلد ۷ ص ۲۷۵، [4] احکام القرآن للقرطبی جلد ۱۶ ص ۸

"اَیْ حُکْمُ ذٰلِکَ الْمُخْتَلَفِ فِیْہِ مُفَوَّضٌ اِلَی اللّٰہِ" [1]

" یعنی اس مختلف فیہ معاملے کا حکم اللہ کے سپرد ہے۔"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ [2]

"اَیْ مَھْمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْہِ مِنَ الْاُمُوْرِ. وَھٰذَا عَامٌّ فِیْ جَمِیْعِ الْاَشْیَاءِ فَحُکْمُہٗ اِلَی اللّٰہِ اَیْ ھُوَ الْحَاکِمُ فِیْہِ بِکِتَابِہٖ وَسُنَّۃِ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ..."

" یعنی خواہ تمہارا جس معاملہ میں بھی اختلاف ہو جائے یہ حکم تمام اشیاء میں عام ہے کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ یعنی وہ اپنی کتاب میں یا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اس کا فیصلہ فرمائے گا۔"

امام شوکانی کی بھی[3] یہی رائے ہے انیز فرمایا کہ:

"فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ" [4]

" اگر تمہارے درمیان کسی بات پر نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پلٹا دو۔"

یہاں بالاتفاق قرآن وحدیث کی طرف رجوع مراد ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ تعالیٰ[5] اور امام ابن[6] کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:-

"ھٰذَا اَمْرٌ مِنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ بِاَنَّ کُلَّ شَیْءٍ تَنَازَعَ النَّاسُ

---

[1] المدارک جلد ۴ صـ۱۰۱ ، [2] تفسیر القرآن العظیم جلد ۴ صـ۱۰۸

[3] فتح القدیر جلد ۴ صـ۵۳۰ ، [4] النساء آیت ۵۹

[5] اعلام الموقعین جلد ۱ صـ۴۹ ، [6] تفسیر القرآن العظیم جلد ۱ صـ۵۱۸

فِيْهِ مِنْ اُصُوْلِ الدِّيْنِ وَفُرُوْعِهِ اَنْ يُّرَدَّ التَّنَازُعُ فِيْ ذٰلِكَ اِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ اِلَى اللّٰهِ) فَمَا حَكَمَ بِهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَشَهِدَ لَهُ بِالصِّحَّةِ فَهُوَ الْحَقُّ وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ وَلِهٰذَا قَالَ: اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَيْ رُدُّوا الْخُصُوْمَاتِ وَالْجَهَالَاتِ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ. فَتَحَاكَمُوْا اِلَيْهِمَا "فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ مَنْ لَمْ يَتَحَاكَمْ فِيْ مَحَلِّ النِّزَاعِ اِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَلَا يَرْجِعُ اِلَيْهِمَا فِيْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مُؤْمِنًا بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔"

"یہ اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ لوگ جس کسی چیز میں آپس میں اختلاف کریں۔ خواہ اختلافات اصول دین سے متعلق ہوں یا فروع دین سے۔ اس اختلاف کے فیصلے کے لیے قرآن وحدیث کی طرف رجوع کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:"

"تمہارا جس چیز میں اختلاف ہو جائے اس کا حکم اللہ کی طرف ہے" اور جو فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کردے۔ صرف وہی حق ہے اور حق کے علاوہ جو کچھ ہے صرف گمراہی ہی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

" اگر واقعی تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یعنی اختلاف اور نادانی کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلاش کرو۔ پھر ان دونوں سے اس کا فیصلہ کراؤ۔ اگر واقعی تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جو

آدمی اختلاف کے موقع پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے فیصلہ نہیں کرواتا اور نہ ہی اس معاملہ میں ان کی طرف رجوع کرتا ہے گویا کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔"

اب اس فیصلے کے لیے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں چنانچہ قرآن کریم نے یہ خبر دی ہے کہ دین کامل ہے اور حدیث شریف نے یہ خبر دی ہے کہ کوئی نئی چیز دین میں داخل نہیں ہو سکتی۔ پس فیصلہ کی صورت بھی یہی ہو گی کہ جو لوگ یہ کام کرتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث سے ثبوت پیش کریں۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی ایسا ثبوت موجود نہیں لہٰذا حق پر صرف وہی ہیں جو اس کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ اس فعل کا انکار کرنے والے ہیں۔

"فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ"، [۱]

"حق کے بعد گمراہی کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے۔

لہٰذا اقوال پر قناعت کرنا ہمارا مذہب نہیں ہے بلکہ ہم مامور ہیں کہ ہر اختلاف کے وقت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی بات کو نہ لیں۔

چنانچہ (اصحاب القول) میں سے کوئی بھی دوسرے کی بنسبت اتباع کا زیادہ مستحق نہیں ہے"

بلکہ اصل یعنی کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں۔

---

[۱] سورت یونس آیت ۳۲

(۱) صدقہ اور دعا کا بھیجنا شرعی دلیل سے ثابت ہے جبکہ "قرآن خوانی" کے بارے میں نصوص کے اندر کوئی اشارہ تک نہیں۔ پس اس مسئلہ میں ایسے اقوال پیش کرنا قیاس ہے نہ کہ استدلال ہے اور محدثین کے نزدیک قیاس شرعی دلیل نہیں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کتاب الاعتصام میں متعدد ابواب قیاس کے رد میں تحریر فرمائے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے کتاب الاحکام اور النبذ لابن حزم اور ارشاد الفحول للشوکانی وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) یہ ایک اعتقادی مسئلہ ہے اور قیاس ظن ہے۔ جس سے اعتقادیات پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔

(۳) یہ قیاس نصوص کے خلاف ہے۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور ایسا قیاس بالاجماع باطل ہے۔

(۴) یہ قیاس مع الفارق ہے۔ دعا مانگنے والے کا کام مخصوص میت کے حق میں دعا کرنا ہے نہ کہ اس دعا کا ثواب میت کو ارسال کرنا ہے۔ اسی طرح صدقہ بھی عام نہیں۔ بلکہ جو کچھ احادیث میں مذکور ہے۔ وہ صدقہ اس میت کی طرف سے کیا جاتا ہے نہ کہ خود اپنی طرف سے صدقہ کرے۔ پھر اس کا ثواب میت کی روح کو بخشتا رہے۔ واضح رہے کہ قیاس مع الفارق سب کے نزدیک ناقابل قبول ہے۔

(۵) قائلین قیاس ہر اس مسئلہ میں قیاس کرتے ہیں جو کہ شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو۔ جبکہ یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ سب مسائل قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔

تبیاناً لکل شییء (جو ہر چیز کی صاف وضاحت کرنے والی ہے)

۱؎ سورۃ النحل آیت ۸۹

قرآن و حدیث سے ثابت ہے لہٰذا قیاس کی ضرورت نہیں رہی۔

جن کاموں کے کرنے پر ثواب یا چھوڑنے پر گناہ لازم آتا ہو ان کا قرآن و حدیث سے ثبوت ملنا ضروری ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں کوئی نص نہیں اور نہ ہی کوئی ثبوت ہے لہٰذا یہ ناقابل قبول ہے۔

اس کا ثابت نہ ہونا ہی اس کے ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے۔

"فَمَنِ ادَّعٰى خِلَافَ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ بِالْبُرْهَانِ"

ایسے اعمال میں قیاس و آراء کا تصرف نہیں چل سکتا۔ لہٰذا صدقہ یا دعا پر اس کو قیاس کرنا ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ یہاں نص کی ضرورت ہے اور وہ موجود نہیں ہے۔

اس فعل کو مندوب یا مستحب کہنا بھی تشریع (نئی شریعت بنانا) ہے کیونکہ مستحب کی تعریف یہ ہے۔ امام الجرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:۔

"اَلْمُسْتَحَبُّ اِسْمٌ لِمَا شُرِعَ زِيَادَةً عَلَى الْفَرْضِ وَالْوَاجِبَاتِ وَقِيْلَ الْمُسْتَحَبُّ مَا رَغَّبَ فِيْهِ الشَّارِعُ وَلَمْ يُوْجِبْهُ۔"[1]

"مستحب شریعت کے اس کام کو کہتے ہیں جو فرض اور واجب سے زیادہ ہو اور دوسری رائے یہ ہے کہ "مستحب سے مراد وہ کام ہیں جن کی شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دلائی ہو اور ان کو واجب قرار نہ دیا ہو"

اور امام ابن حزم رحمۃ اللہ تعالیٰ[2] فرماتے ہیں کہ:۔

---

[1] التعریفات صـ۲۳ [2] الاحکام صـ۲

"وَالنَّدْبُ اَمْرٌ يَتَخَيَّرُ فِي التَّرْكِ اِلَّا اَنَّ فَاعِلَهٗ مَاْجُوْرٌ"

"مستحب وہ کام ہے جس کے چھوڑنے کی تو اجازت ہو لیکن کرنے والے کو ثواب بھی ملے"

اور کسی چیز کا ثواب بتانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام ہے۔ نہ کہ کسی دوسرے کا اور آپ کا عمل ہی موجب ثواب ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ" ۱

"در حقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کا امیدوار ہے"

اور جو بھی ثواب کے کام تھے۔ وہ سب آپ نے قولاً یا فعلاً تفصیل سے بتا دیئے۔ پس جب ایسے کام کے لیے ثبوت نہیں ہے اب کسی کو حق نہیں کہ اس کو مرغوب یا موجب ثواب سمجھے۔ ایسا کرنا شریعت بنانا ہے اور نبی کے علاوہ کسی اور کے کہنے یا اس کے عمل کو مستحب یا کار ثواب کہنا مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی زد میں آتا ہے:

"اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ" ۲

---

۱ الاحزاب آیت ۲۱ ۲ الشوریٰ آیت ۲۱

"کیا ان لوگوں نے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کو دین کا وہ راستہ بتاتے ہیں جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا"

-ہر ایک کو اپنا ہی عمل کام آئے گا۔ لہٰذا قرآن مجید پڑھ کر ثواب بخشنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسئلہ ایصال ثواب میں دراصل بعضوں نے افراط کیا اور بعضوں نے تفریط۔ چنانچہ معتزلہ نے بالکل ہی انکار کر دیا۔ کہ کسی چیز کا بھی ثواب نہیں پہنچتا اسی طرح خوارج کے ایک فرقہ "الاغنیۃ" کا بھی کہنا ہے۔ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں یہی رائے نقل کی ہے[۱] اور اس کے برعکس اہلِ رائے نے تو یہ فیصلہ دیا ہے کہ ہر چیز کا ثواب پہنچ جاتا ہے اور سب جائز ہے۔ اول الذکر گروہ نے صرف ان دلائل کو کیا جن سے ثواب پہنچنے کی نفی ہوتی ہے اور ایسے دلائل پر غور نہیں کیا جن سے وصول ثواب ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ:۔

"اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ"[۲]

"کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصے سے انکار کرتے ہو"

اس خطاب کے تحت آتے ہیں۔ اسی طرح اہل الرأی نے صرف چند ایسے دلائل جن میں بعض اشیاء کے ثواب پہنچنے کا ذکر ہے۔ ان کو دیکھ کر عام دروازہ کھول دیا ہے اور ایسے دلائل کا لحاظ نہیں کیا جن سے ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

۱۔ تلبیس ابلیس۔ ص ۲۰۱

۲۔ سورت البقرۃ۔ آیت ۸۵

بلکہ ان کی بیکار تاویلات کیں جبکہ سب دلائل پر ماننا اور سب پر عمل کرنا ہی صحیح اور حق مذہب ہے۔ اب ہم ابتداء میں وہ دلائل پیش کرتے ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک کو اپنا ہی عمل نفع دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی۔ ثُمَّ یُجْزٰىہُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی۔"[1]

"اور نہیں واسطے انسان کے مگر جو اس نے سعی کی اور عنقریب ان کی سعی دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا"

یہ آیت اس باب میں نص ہے کہ کسی کو بھی دوسرے کا عمل فائدہ نہ دے گا۔ صرف اس کا اپنا عمل جو اس کی اپنی کوشش ہے وہی کام آئے گا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:[2]

"یَقُوْلُ جَلَّ ثَنَاءُہٗ اَوَلَمْ یُنَبَّأْ اَنَّہٗ لَا یُجَازِیْ عَامِلٌ اِلَّا بِعَمَلِہٖ خَیْرًا کَانَ اَوْ شَرًّا۔"

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آیا اس آدمی کو نہیں بتایا گیا تھا کہ ہر کارکن کو اس کے اپنے ہی کام کا بدلہ ملے گا خواہ اچھا کرے یا برا کرے"

اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:[3]

"اَیْ کَمَا لَا یُحْمَلُ عَلَیْہِ وِزْرُ غَیْرِہٖ کَذٰلِکَ لَا یَحْصُلُ مِنَ الْاَجْرِ اِلَّا مَا کَسَبَ ھُوَ لِنَفْسِہٖ۔"

---

[1] سورت النجم۔ آیت ۳۹۔ ۴۱۔

[2] تفسیر طبری جلد ۲۸ صفحہ ۴۴ [3] ابن کثیر۔ جلد ۴ صفحہ ۲۵۸

"جس طرح وہ کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ اسی طرح وہ اپنی محنت کے علاوہ کوئی اجر بھی نہیں پاتا۔"

اور امام القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:۔

"وَقَالَ اَکْثَرُ اَھْلِ التَّاْوِیْلِ ھِیَ مُحْکَمَۃٌ وَلَا یَنْفَعُ اَحَدًا عَمَلُ اَحَدٍ وَاَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّہٗ لَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ" [۱]

"اکثر اہل علم کہتے ہیں یہ آیت محکم ہے (منسوخ نہیں) کسی کے کام کرنے سے دوسرے کو فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ان کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کوئی کسی دوسرے کی طرف سے نماز ادا نہیں کر سکتا۔"

امام جلال الدین المحلی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔ [۲]

"اَیْ اَنَّہٗ لَا تَحْمِلُ نَفْسٌ ذَنْبَ غَیْرِھَا وَ "اَنْ" اَیْ اَنَّہٗ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی مِنْ خَیْرٍ فَلَیْسَ لَہٗ مِنْ سَعْیِ غَیْرِہٖ اَلْخَیْرُ شَیْءٌ۔"

"کوئی ذات بھی کسی دوسرے کے گناہ برداشت نہیں کرے گی اور انسان کے حصے میں صرف وہی کچھ ہے جس کی اس نے محنت کی۔ یعنی کہ نیک کام کیا کسی دوسرے کی نیکی سے اسے کچھ نہ ملے گا۔"

اور امام شوکانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"وَالْمَعْنٰی لَیْسَ لَہٗ اِلَّا اَجْرُ سَعْیِہٖ وَجَزَاءُ

---

[۱] تفسیر احکام القرآن للقرطبی۔ جلد ۱۷، ص ۱۱۴

[۲] جلالین جلد ۲ ص ۲۲۳ (المصری)

عَمَلِهٖ وَلَا يَنْفَعُ اَحَدًا عَمَلُ اَحَدٍ۔[1]

"اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو صرف اپنی محنت کا اجر ملے گا۔ اپنے ہی عمل کی جزاء اور کسی کا عمل کسی دوسرے کو فائدہ نہیں دے گا"

اور یہی آیت کریمہ ("وَاَنْ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى") امام شافعی رحمہ اللہ کی اس مسئلہ پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ جس کا تذکرہ ابتداء بحث میں گزر چکا ہے۔ واضح رہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہر لحاظ سے مسلّم ہے جیسا کہ اہل السنۃ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل قول سے واضح ہے۔

"امام شافعی چار چیزوں کے فلاسفر تھے، لغۃ، اختلاف الناس، علم معانی اور فقہ"[2]

اور یہ آیت عام ہے اور حکم بھی واضح ہے کہ کسی کا عمل کسی دوسرے کو کام نہیں آسکتا، جب تک اس کا اپنا عمل یا کوشش نہ ہو۔ متعدد دیگر آیات سے بھی یہی مفہوم واضح اور روشن ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى"[3]

"ہر نفس نے جو عمل کیا وہ اس پر ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"

---

[1] فتح القدیر جلد ۵ ص۱۱۱ یہی مفہوم فتح البیان جلد ۹ ص۱۴۲ میں ہے۔

[2] معرفۃ السنن والآثار جلد ۱۔ ص ۳۲۔ قلمی۔

[3] سورت الانعام۔ آیت ۱۶۵۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:۔

"اَیْ لَا یُؤْخَذُ سِوَاھَا بِعَمَلِھَا وَقِیْلَ الْمَعْنٰی اِلَّا عَلَیْھَا عِقَابُ مَعْصِیَّتِھَا وَلَھَا ثَوَابُ طَاعَتِھَا" [۱] علامہ مراغی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"وَالْخُلَاصَۃُ اَنَّ الدِّیْنَ اَرْشَدَنَا اَنْ نَجْرِیْ عَلٰی مَا اَوْدَعَتْہُ الْفِطْرَۃُ فِی النُّفُوْسِ مِنْ اَنَّ سَعَادَۃَ النَّاسِ وَشِقَاءِ ھِمْ فِی الدُّنْیَا بِاَعْمَالِھِمْ وَالْعَمَلُ یُؤَثِّرُ فِی النَّفْسِ التَّاثِیْرَ الَّذِیْ یُزَکِّیْھَا اِنْ کَانَ صَالِحًا اَوِ التَّاثِیْرَ الَّذِیْ یُدَسِّیْھَا وَیُفْسِدُھَا اِنْ کَانَ مُسِیْئًا وَالْجَزَاءُ مَبْنِیٌّ عَلٰی ھٰذَا التَّاثِیْرِ فَلَا یَنْتَفِعُ اَحَدٌ وَلَا یَتَضَرَّرُ بِعَمَلِ غَیْرِہٖ" [۲]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:۔

"دین نے ہماری اس بات کی طرف رہنمائی کی ہے کہ ہم حسب فطرت عمل کریں۔ کیونکہ لوگوں کی سعادت وشقاوت ان کے عملوں پر منحصر ہے۔ اور عمل ہی نفس انسان میں ایسی تاثیر پیدا کرتا ہے جس سے وہ پاک ہوسکے بشرطیکہ وہ عمل نیک ہو اور اگر عمل برا ہو تو یہی نفس کو خراب بھی کرتا ہے اور جزاء کا دارومدار اسی تاثیر پر مبنی ہے لہٰذا کوئی آدمی کسی دوسرے کے عمل سے نہ فائدہ اٹھاتا ہے اور نہ نقصان"

"تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَا کَسَبْتُمْ" [۳]

---

[۱] زاد المسیر جلد ۳ ص ۱۶۲

[۲] تفسیر المراغی جلد ۸ ص ۹۲۔ یہی مفہوم تفسیر المنار جلد ۸ ص ۲۴۹ میں بھی ہے۔

[۳] سورت البقرۃ۔ آیت ۱۴۱

"یہ ایک امت تھی جو گذر گئی ان کے اعمال ان کے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ۔"

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"لَهَا عِنْدَ اللّٰهِ مَا كَسَبَتْ مِنْ خَيْرٍ فِي أَيَّامِ حَيَاتِهَا وَعَلَيْهَا مَا كَسَبَتْ مِنْ شَرٍّ لَا يَنْفَعُهَا غَيْرُ صَالِحِ أَعْمَالِهَا وَلَا يَضُرُّهَا إِلَّا سَيِّئُهَا۔" [۱]

"اس نے جو اپنی زندگی میں نیک کام کیا اس کا اجر اس کے لیے ہے اور جو برائی کی اس کی ذمہ داری بھی اسی کے ذمے ہے۔ اسے صرف اپنے نیک عمل کا اجر ملے گا اور اپنے ہی برے اعمال نقصان دیں گے۔"

امام رازی فرماتے ہیں کہ:۔

"يَدُلُّ عَلَى أَنَّ كَسْبَ كُلِّ أَحَدٍ يَخْتَصُّ بِهٖ وَلَا يَنْتَفِعُ بِهٖ غَيْرُهٗ۔" [۲]

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر آدمی کی محنت کا فائدہ اسی کو ہوگا۔ کوئی دوسرا اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

امام راغب نے فرمایا:۔

"فَلَيْسَ لَكُمْ ثَوَابُ نَفْعِلِهِمْ وَلَا عَلَيْكُمْ عِقَابُهٗ" [۳]

"چنانچہ نہ تو تمہیں ان کے اعمال کا ثواب ملے گا اور نہ ہی ان کے کام کی سزا تمہیں مل سکتی ہے۔"

---

[۱] تفسیر ابن جریر جلد ۱ صفحہ ۵۶۰

[۲] تفسیر الرازی جلد ۱ صفحہ ۴۲۵۔ [۳] تفسیر القاسمی جلد ۲ صفحہ ۲۷۵

اور تفسیر نسفی میں ہے:

"اَیْ اَنَّ اَحَدًا لَا یَنْفَعُہٗ کَسْبُ غَیْرِہٖ مُتَقَدِّمًا کَانَ اَوْ مُتَاَخِّرًا فَکَمَا اَنَّ اُولٰٓئِکَ لَا یَنْفَعُھُمْ اِلَّا مَا کَسَبُوْا فَکَذٰلِکَ اَنْتُمْ لَا یَنْفَعُکُمْ اِلَّا مَا کَسَبْتُمْ وَ ذٰلِکَ لِاِفْتِخَارِ اٰبَاءِ ھِمْ"

"یعنی کہ کسی دوسرے کا عمل فائدہ نہیں دے گا۔ خواہ وہ پہلے آئے یا بعد میں۔ اسی طرح ان کو فائدہ نہیں دیتا مگر جو کچھ انہوں نے کمایا۔ اسی طرح تمہیں بھی صرف تمہارا اپنا کیا کام آئے گا۔ اسی لیے باپ دادا کی بنا پر کوئی فخر نہیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:- ؎

بَیَانٌ لِحَالِ تِلْکَ الْاُمَّۃِ وَحَالِ الْمُخَاطَبِیْنَ بِاَنَّ لِکُلٍّ مِنَ الْفَرِیْقَیْنِ کَسْبُہٗ وَلَا یَنْفَعُہٗ کَسْبُ غَیْرِہٖ وَلَا یَنَالُہٗ مِنْہُ شَیْءٌ وَلَا یَضُرُّہٗ ذَنْبُ غَیْرِہٖ وَالْمُرَادُ اَنَّکُمْ لَا تَنْتَفِعُوْنَ بِحَسَنَاتِھِمْ وَلَا تُؤْخَذُوْنَ بِسَیِّاٰتِھِمْ"

"یہ اس امت اور مخاطب امت کا حال ہے۔ ہر گروہ کے لیے اس کی اپنی کمائی ہے، دوسرے کی محنت کا اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے کوئی حصہ ملے گا اور نہ دوسرے کے گناہ سے اس کو نقصان ہوگا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نہ تمہیں ان کی نیکیوں سے فائدہ ہوگا اور نہ ہی ان کے گناہوں کی وجہ سے تمہیں پکڑ ہوگی۔"

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں:-

اَفَادَتْ اَنَّ اَحَدًا لَا یَنْفَعُہٗ کَسْبُ اَحَدٍ بَلْ ھُوَ مُخْتَصٌّ

؎ فتح القدیر جلد ۱ ص ۱۳۶ - ؎ النسفی جلد ۱ ص ۸۶

بِهٖ اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ ۱؎

"اس کا معنی ہے کہ کسی کو دوسرے کی کمائی کا فائدہ نہ ہو گا بلکہ وہ اس کے ساتھ خاص ہے۔ اگر نیک کام کیا تو نتیجہ بھی نیک اور اگر بُرا کام کیا تو نتیجہ بھی بُرا"

۳۔ قَالَ جَلَّ ثَنَاءُهٗ:۔ "وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ" ۲؎

"اور جو کچھ تم بھلائی (مال) سے خرچ کرو پس تمہاری جانوں کے لیے نفع اور فائدہ ہے"

امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:۔

فَهُوَ لِاَنْفُسِكُمْ لَا يَنْتَفِعُ بِهٖ غَيْرُكُمْ" ۳؎

"اس کا ثواب تمہارے لیے ہے کسی دوسرے کے لیے نہیں"

"وَهٰكَذَا فِي الْبَيْضَاوِي ص ۱۷۲ درسیہ وَالْجَمَل ص ۲۲۵ ج ۱. وَالْحَاصِلُ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ (مَالٍ) فَلِاَنْفُسِكُمْ عَوْدُهٗ لَهَا لَا لِمَا عَدَاهَا" ۴؎

"تم بہتر مال سے جو خرچ کرو گے اس کا فائدہ صرف تمہیں ملے گا کسی دوسرے کو نہیں"

۴۔ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَأْتُمْ فَلَهَا ۵؎

"اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنی جانوں کے لیے بھلائی کرو گے اور اگر بُرائی کرو گے تو وہ بھی انہیں کے واسطے ہے"

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

۱؎ فتح القدیر جلد ۱ ص ۱۲۶، ۲؎ سورت البقرۃ، آیت ۲۷۲

۳؎ تفسیر النسفی جلد ۱ ص ۱۳۶۔ یہی مفہوم تفسیر بیضاوی ص ۱۷۲۔ تفسیر الجمل جلد ۱ ص ۲۲۵ میں موجود ہے۔ ۴؎ تفسیر الفیضی ص ۵۵ ۵؎ سورت الاسراء، آیت ۷۔

"لِاَنَّكُمْ اِنَّمَا تَنْتَفِعُوْنَ بِفِعْلِكُمْ مَا تَفْعَلُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ اَنْفُسَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ" [۱]

"اس لیے کہ جو کام بھی تم خود کرو گے دنیا اور آخرت میں اس سے خود ہی فائدہ اٹھاؤ گے۔"

الامام القرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"اَیْ نَفْعُ اِحْسَانِكُمْ عَائِدٌ عَلَيْكُمْ" [۲]

"تمہاری نیکی کا بدلہ تمہاری طرف ہی پلٹ آئے گا۔"

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"اَیْ عَاقِبَةُ الطَّاعَةِ لَكُمْ" [۳]

اطاعت کا انجام تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

صاحب خازن فرماتے ہیں کہ:۔

"يَعْنِيْ لَهَا ثَوَابُهَا وَجَزَاءُ حَسَنَاتِهَا" [۴]

"ہر ذات کو اس کی نیکیوں کا ثواب ملے گا۔"

اور امام النسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"وَالصَّحِيْحُ اَنَّهَا عَلٰى بَابِهَا اِلَّا اَنَّ اللَّامَ لِلْاِخْتِصَاصِ وَالْعَامِلُ مُخْتَصٌّ بِجَزَاءِ عَمَلِهِ حَسَنَةً كَانَتْ اَوْ سَيِّئَةً يَعْنِيْ اِنَّ الْاِحْسَانَ وَالْاِسَاءَةَ كِلَاهُمَا مُخْتَصٌّ بِاَنْفُسِكُمْ

---

[۱] تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۲۴

[۲] احکام القرآن للقرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۶۔ یہی رائے امام شوکانی نے جلد ۳ صفحہ ۲۴۳ میں بیان کی ہے۔

[۳] زاد المسیر جلد ۵۔ صفحہ ۱۰، [۴] تفسیر خازن جلد ۴۔ صفحہ ۱۱۵

لَا يَتَعَدَّى النَّفْعُ وَالضَّرَرُ إِلَى غَيْرِكُمْ"[1]

"صحیح یہی ہے کہ یہاں لام اپنے اصل معنی میں استعمال ہوا ہے اس لیے کہ لام میں خاص کر دینے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ یعنی کام کرنے والے کو ہی اس کی جزا ملے گی خواہ کام نیک ہو یا بُرا۔ یعنی بُرائی اور اچھائی تمہارے ہی لیے ہے اس کا نفع یا نقصان کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔"

۵۔ "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا"[2]

"جو کوئی اچھا کام کرتا ہے۔ وہ اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے۔ اور جو کوئی بُرا کام کرتا ہے اس کا وبال اسی پر ہوگا۔"

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ[3]

"فَلِنَفْسِهِ عَمِلَ ذٰلِكَ الصَّالِحَ مِنَ الْعَمَلِ وَطَلَبَ خَلَاصَهَا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَطَاعَ رَبَّهُ لَا لِغَيْرِ ذٰلِكَ لِأَنَّهُ لَا يَنْفَعُ ذٰلِكَ غَيْرَهُ ... وَلَمْ يَضُرَّ أَحَدًا سِوَى نَفْسِهِ"

"اس نے اپنی ذات کی خاطر یہ نیک عمل کیا۔ اور اللہ کے عذاب سے نجات چاہی۔ اور اپنے رب کی اطاعت کی۔ کسی اور مقصد کے لیے نہیں بلکہ صرف اپنے مقصد کی خاطر..... اور اپنے سوا کسی دوسرے کا نقصان نہیں کر سکتا۔"

امام الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ[4]

---

[1] تفسیر النسفی جلد ۲ صہ ۷ ۔ یہی مفہوم تفسیر الجمل جلد ۲ صہ ۶۲۶ میں ہے۔

[2] الجاثیہ آیت ۱۵ ، [3] تفسیر ابن جریر جلد ۲۵ صہ ۱۴۵

[4] فتح القدیر جلد ۴ صہ ۵۰۰

"فَثَوَابُ ذٰلِكَ رَاجِعٌ اِلَيْهِ وَنَفْعُهٗ خَاصٌّ بِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا اَیْ عِقَابُ اِسَاءَتِهٖ عَلَيْهِ لَا عَلٰی غَيْرِهٖ"

"اس کا ثواب بھی اسی کی طرف پلٹے گا اس کا فائدہ بھی اسی کو پہنچے گا۔ اور جو بُرا کام کرے تو اس کا نقصان بھی اسی کو ہو گا۔ یعنی بُرائی کی سزا بھی خود اسی کو ملے گی کسی دوسرے کو نہیں"

ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ ہر عامل کا عمل خواہ اچھا ہو یا بُرا۔ اس کا بدلہ اس کے اپنے لیے ہے۔ یہ عام اور جنرل قانون ہے کہ اگر کسی آیت یا صحیح حدیث میں کسی چیز کے نفع پہنچنے کا ذکر ہے۔ تو وہ اس عموم سے خاص سمجھا جائے گا اور یہ محدثین و فقہاء کا اصول ہے۔ بشرطیکہ وہ حدیث صحیح ہو۔

امام القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:۔

"اِتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ تَخْصِيْصُهٗ (كِتَابَ اللّٰهِ) بِحَدِيْثٍ ضَعِيْفٍ۔" [1]

"اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتابؐ اللہ کی تخصیص ضعیف حدیث سے جائز نہیں"

ہاں اگر حدیث صحیح ہے تو وہ حکم اس عام حکم سے مخصوص سمجھا جائے گا

امام الشوکانی رحمہ اللہ [2] فرماتے ہیں کہ:۔

"وَالْمَعْنٰی لَيْسَ لَهٗ اِلَّا اَجْرُ سَعْيِهٖ وَجَزَاءُ عَمَلِهٖ وَلَا يَنْفَعُ

---

[1] احکام القرآن للقرطبی جلد ۲ ص۲

[2] فتح القدیر للشوکانی جلد ۵ ص۱۱۱

وَالْمَعْنٰى لَيْسَ لَهٗ اِلَّا اَجْرُ سَعْيِهٖ وَجَزَاءُ عَمَلِهٖ وَلَا يَنْفَعُ اَحَدًا عَمَلُ اَحَدٍ وَهٰذَا الْعُمُوْمُ مَخْصُوْصٌ بِمِثْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى "وَاَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّاتِهِمْ" وَبِمِثْلِ مَا وَرَدَ فِي شَفَاعَةِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمَلَائِكَةِ لِلْعِبَادِ وَشَرُوْعِيَّةِ دُعَاءِ الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَلَمْ يُصِبْ مَنْ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مَنْسُوْخَةٌ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ الْخَاصَّ لَا يَنْسَخُ الْعَامَّ بَلْ يُخَصِّصُهٗ فَكُلُّ مَا قَامَ الدَّلِيْلُ عَلٰى اِنَّ الْاِنْسَانَ يَنْتَفِعُ بِهٖ هُوَ مِنْ غَيْرِ سَعْيِهٖ كَانَ مُخَصِّصًا لِمَا فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ مِنَ الْعُمُوْمِ[1] وَهٰكَذَا قَالَ النَّوَابُ صِدِّيْقُ حَسَنْ خَانَ رَحِمَهُ اللّٰهُ[2]

"اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو صرف اپنی محنت و کوشش کا صلہ ملے گا اور اپنے کام کی جزاء ملے گی۔ کوئی کسی دوسرے کے کام سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا یہ عموم اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ مخصوص ہے "اور ہم نے ان کے بچوں کو بھی ان سے ملا دیا"، اور اسی طرح جو انبیاء اور ملائکہ کی بندوں کے حق میں سفارش ہے اور زندوں کا مردوں کے حق میں دعا کرنے کا حکم ہے۔ اس آدمی کی بات درست نہیں جو یہ کہے کہ ان امور کی وجہ سے یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خاص عام کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ بلکہ خاص کر دیتا ہے جس جگہ بھی یہ بات ثابت ہو جائے کہ انسان کسی دوسرے کے کام سے فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ اس عام آیت سے مخصوص ہو گا۔ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔

یعنی اصل عام حکم منع کے لیے آیا ہے اور جس عمل کے لیے دلیل آجائے

---

[2] نیل المرام صفحہ ۲۵۸

گی اس کو اس عام سے خاص کیا جائے گا۔ اور اگر دلیل نہیں ہوگی تو تخصیص نہیں کی جاسکتی۔ اسی قاعدے کی بنا پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"لِاَنَّ الْاَصْلَ عَدَمُ النِّيَابَةِ فِي الْعِبَادَةِ الْبَدَنِيَّةِ وَلِاَنَّهَا عِبَادَةٌ لَا تَدْخُلُهَا النِّيَابَةُ فِي الْحَيَاةِ فَكَذٰلِكَ فِي الْمَوْتِ اِلَّا مَا وَرَدَ الدَّلِيْلُ فَيَقْتَصِرُ عَلٰى مَا وَرَدَ فِيْهِ وَيَبْقَى الْبَاقِيْ عَلَى الْاَصْلِ وَهٰذَا هُوَ الرَّاجِحُ۔"[1]

" اصل اور قاعدہ تو یہی ہے کہ بدنی عبادت میں نیابت نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ یہ ایسی عبادت ہے جس کی زندگی میں نیابت نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح موت کے بعد بھی۔ اِلَّا یہ کہ دلیل آجائے۔ اور جس قدر دلیل ہوگی وہاں تک معاملہ رہے گا۔ اور باقی اپنے اصل پر رہے گا۔ اور یہی طریقہ راجح ہے۔"

اس قاعدہ کی بنا پر فیصلہ یہ رہا کہ چونکہ اس عمل (قرآن خوانی) کا کسی آیت یا حدیث سے ثبوت نہیں ملتا ہے۔ لہٰذا اس عموم کے تحت رہے گا اور اس کا کرنا ناجائز اور قوانین الہیتہ کے تحت ناممکن سمجھا جائے گا۔ اور جو اس کے قائل ہیں ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ کسی صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا عمل کیا یا بتلایا ہے۔ ورنہ ان کی بات بلا دلیل ہوگی اور شریعت کا کوئی حکم بلا دلیل ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

جو حدیث امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے جس میں تین کاموں (اولاد کی دعا، صدقہ جاریہ اور علم) کا ذکر ہے۔ وہ کام بھی حقیقت میں اس کے

---

[1] فتح الباری جلد ۴ صہ ۱۹۲، باب من مات وعلیہ الصوم

اپنے کسب وعمل کا نتیجہ وثمرہ ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور اشیاء بھی احادیث میں مذکور ہیں جن کو جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے نظم کیا ہے۔ فرمایا:

إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ لَيْسَ يَجْرِي ۔۔۔ عَلَيْهِ مِنْ أَفْعَالٍ غَيْرُ عَشْرٍ

عُلُومٌ بَثَّهَا وَدُعَاءُ نَجْلٍ ۔۔۔ وَغَرْسُ النَّخْلِ وَالصَّدَقَاتُ تَجْرِي

وِرَاثَةُ مُصْحَفٍ وَرِبَاطُ ثَغْرٍ ۔۔۔ وَحَفْرُ الْبِئْرِ أَوْ إِجْرَاءُ نَهْرٍ

وَبَيْتٌ لِلْغَرِيبِ بَنَاهُ يَأْوِي ۔۔۔ إِلَيْهِ أَوْ بِنَاءُ مَحَلِّ ذِكْرٍ

وَزَادَ أَيْضًا قَالَ

وتعليم لقرآن كريم ۔۔۔ نَخُذُهَا مِنْ أَحَادِيثَ بِحَصْرٍ

"جب انسان مرجاتا ہے تو دس کاموں کے علاوہ کسی کام کا اجر جاری نہیں رہتا۔ علم پھیلایا ہو، اولاد کی دعا ہو (سلانے کے لیے) درخت لگائے ہوں، قرآن کے نسخے میراث میں ہوں، اور کنواں کھودا ہو یا نہر جاری کی ہو اور مسافر کے لیے رہائش گاہ بنائی ہو۔ یا ذکر اذکار کے لیے جگہ (مسجد وغیرہ) بنائی ہو۔ اور ایک دوسرے شعر میں فرمایا:

اور قرآن کی تعلیم دی ہو۔ بس یہی کام حدیث سے ثابت ہیں۔

ان گیارہ اشیاء پر سیوطی رحمہ اللہ نے حصر کا حکم لگایا ہے اور یہ سب دراصل اس کے اپنے اعمال وسعی ہے۔ اس طرح حدیث کے الفاظ "انقطع عملہ" بھی اس کا تقاضا کرتے ہیں کہ بلا دلیل صریح عموم سے کسی امر کو خاص نہیں کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغور مطالعے سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ انسان کو صرف اپنا عمل ہی فائدہ دے سکتا ہے اور وہی

لہ دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین لابن علان الصدیقی جلد ۳ ص۴۲۱

نجات کا سبب بن سکتا ہے۔

زندگی بھر قرآن و حدیث کی بے لوث خدمت کرنے والے مفسرین و محدثین کرام رحمہم اللہ کے اقوال نے اس بات کو مزید واضح کر دیا ہے۔

لہٰذا، دوسروں کی کمائی ہوئی نیکیوں پر بے جا بھروسہ کرنے کی بجائے انسان خود اپنی نجات کی خاطر عمل کرے اور زندگی کے آخری لمحے تک پورے خلوص کے ساتھ نیکیوں کے انبار جمع کرنے کی فکر میں رہے۔ اور خاص طور پر ایسے اعمال پر توجہ دے جو اس کے مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں تاکہ نیکیوں کا یہ سلسلہ قائم رہے اور تا قیامت اس کے حساب میں نیکیاں جمع ہوتی رہیں۔ ایسے سدا بہار اور زندہ رہنے والے کاموں کا تذکرہ حدیث میں موجود ہے۔

انبیاء و رسل کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مقرب بندے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگیاں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ احکام کو پورا کرنے میں گذار دیں لہٰ کسی کام کو از خود ایجاد کر کے دین کا حصہ نہیں بنایا کیونکہ یہی راستہ ہر خطرے سے خالی ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی انہی کے طرز عمل کو اپناتے ہوئے صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگانا چاہیئے اور ہر طرح کی بدعات سے دور رہنا چاہیئے

ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار

وصلی اللہ علی النبی وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعہم باحسان الیٰ یوم الدین۔ واجعلنا معہم یارب العالمین ـــــــ آمین